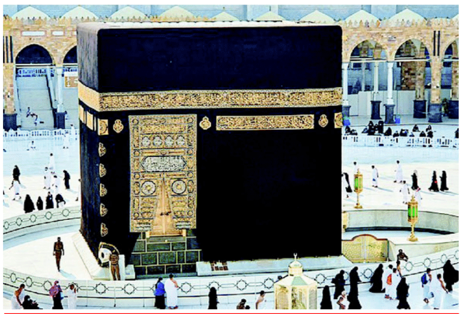

قبول حج

مجاہد حسین

غریب سبزی فروش شوکت علی برسوں سے حج پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے تنکا تنکا جوڑ کر اب اتنی رقم جمع کر لی تھی کہ حج کا خرچ برداشت کر سکتا تھا۔ وہ حج پر جانے کے لیے تیار تھا کہ اس نے ایک رات خواب دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کے قریب پہنچ چکا ہے، لیکن جوں ہی وہ خانہ کعبہ کی طرف دوڑ لگاتا ہے تو کعبے کے احاطے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ خواب اس نے مسلسل دو رات دیکھا۔ گاؤں کے مولوی صاحب خوابوں کی درست تعبیر بتاتے تھے۔ اس نے مولوی صاحب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔

مولوی صاحب نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے پڑوس میں کوئی بیمار ہے؟

شوکت علی نے ذہن پر زور دے کر کہا: ہاں، برابر والے گھر میں محمد صدیق کو ہیپٹائٹس کا مرض ہے۔ بیماری نے شدت اختیار کر لی ہے، وہ شہر کے کسی اسپتال میں علاج کرانا چاہتا ہے، لیکن غربت کی وجہ سے اپنا علاج کروانے سے محروم ہے۔

مولوی صاحب نے شوکت علی سے کہا: تمہارا حج تو تمہارے پڑوس میں ہے۔

شوکت علی بوکھلا گیا کہ مولوی صاحب نے کیا کہا ہے۔ اس نے مولوی صاحب سے پوچھا: میرا حج میرے پڑوس میں کیا مطلب؟

مولوی صاحب نے شوکت علی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: بھائی شوکت! تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ تم اپنی جمع کی ہوئی رقم محمد صدیق کو دے دو، تاکہ وہ اپنا علاج کروا لے۔ ممکن ہے تمہاری اس نیکی سے تمہیں قبولِ حج جتنا ثواب مل جائے۔

شوکت علی نے خوش ہوتے ہوئے کہا: کیا ایسا ممکن ہے؟

مولوی صاحب نے اوپر اُنگلی اُٹھا کر کہا: اللہ سے اُمید ہے کہ وہ تمہیں اس نیکی کا حج کے برابر ہی ثواب دے گا۔

شوکت علی نے خوشی خوشی اپنی جمع کی ہوئی رقم محمد صدیق کو دے دی۔ ایک ماہ بعد صدیق ٹھیک ہو کر گھر واپس آ گیا۔ ایک دن محمد صدیق نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص کان میں کہہ رہا ہے کہ اپنے محسن شوکت علی کو بتا دو کہ اس نے جو نیکی تمہارے ساتھ کی، اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر اس کا حج قبول کر لیا ہے۔

□❖□

روٹی اور فلسفی

ورده فیصل

بادشاہ ملکی معاملات میں اپنے ان سات درباریوں سے مشورہ کرتا، جنہیں وہ بہت عقل مند سمجھتا تھا۔ وہیں ایک فلسفی بادشاہ کے ان مشیروں کا مذاق اُڑاتا تھا کہ یہ سب بے وقوف ہیں۔ ایک دن بادشاہ نے اس فلسفی کو بُلا لیا۔ وہ ساتوں عقل مند بھی وہاں موجود تھے۔ بادشاہ نے فلسفی سے اس بات کی وضاحت مانگی۔

فلسفی نے کہا: میں صرف ایک سوال ان ساتوں سے کروں گا، یہ اس کا جواب دیں۔

ان سب کو ایک دوسرے سے الگ بیٹھا کر ایک ایک کاغذ دیا جائے۔

جب سب کو کاغذ مل گیا تو اس نے پوچھا: روٹی کیا ہے؟ جواب کاغذ پر لکھ کر بادشاہ کو دے دیں۔

ساتوں عقل مندوں نے الگ الگ جواب لکھا اور کاغذ بادشاہ کو دے دیے۔ بادشاہ نے جواب پڑھنے شروع کیے۔

پہلے کا جواب تھا: روٹی ایک خوراک ہے۔ دوسرے نے لکھا تھا: یہ آٹے کو پانی میں گوندھ کر پکائی جانے والی چیز ہے۔ تیسرے کی تحریر تھی: جس گندم سے روٹی بنائی جاتی ہے، وہ اللہ کا تحفہ ہے۔ چوتھے کا جواب تھا: یہ گول سا ایک پکوان ہے۔ پانچویں نے لکھا تھا: اس کے معنی بدلتے رہتے ہیں۔ چھٹے نے لکھا تھا: یہ غذائیت سے بھرپور چیز ہے۔ ساتویں کا جواب تھا: اس چیز کی بنیاد گندم ہے، جو پیٹ بھرنے کے کام آتی ہے۔

فلسفی یہ سب جواب سن کر کہنے لگا: جب یہ عالم فاضل لوگ ایک ہی چیز پر متفق نہیں ہیں تو ملکی معاملات میں کیا مشورہ دیں گے۔ جب یہ متفقہ فیصلہ کر چکیں کہ روٹی کیا ہے، تب ان سے مشورہ کرنا مفید ہوگا۔ اب آپ بتائیں میں نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ صحیح ہے یا غلط۔ عالی جاہ! کیا آپ ملکی معاملات ان لوگوں کے سپرد کر سکتے ہیں جو روٹی کے بارے میں ایک رائے نہیں رکھتے، جسے وہ روزانہ کھاتے ہیں۔□❖□

قربانی

زرّین خان

''بابا جلدی اُٹھیے قربانی کے لیے جانور لینے جانا ہے۔'' اسمٰعیل نے آنکھ کھلتے ہی اپنے والد زکریا کا پیچھا لے لیا تھا، جہاں وہ تھوڑی دیر کے لیے فارغ نظر آتے، اسمٰعیل کہنا شروع کر دیتا: ''بابا... اب آپ فارغ ہیں تو بکرا خریدنے چلیئے، ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔''

آج اتوار تھا اور زکریا صاحب بالکل فارغ تھے، انہیں کوئی کام نہیں تھا سوائے قربانی کے لیے جانور خریدنے کے، وہ سوچ رہے تھے، تھوڑا سستا لیں اور دھوپ کم ہو جائے تو شام کو بکرا خریدنے جائیں گے لیکن اسمٰعیل نے ان کی سوچ کو پورا نہیں ہونے دیا اور مجبوراً انہیں بھری دوپہر میں بکرا خریدنے کے لیے گھر سے نکلنا پڑا۔

بکرا منڈی قربانی کے لیے لائے گئے خوبصورت جانوروں سے بھری پڑی تھی۔ اسمٰعیل ہر بکرے کے لیے مچل اُٹھتا کہ بابا یہ لے لیجیے یہ سب سے اچھا لگ رہا ہے لیکن زکریا صاحب نے پہلے پوری منڈی کا جائزہ لیا اور پھر کہیں جا کر دو خوبصورت اور صحت مند کتھئی اور سفید رنگ کے بکرے خریدے۔ اسمٰعیل کا دل باغ باغ ہو گیا۔ زکریا صاحب نے ادائیگی کی اور بکروں کی رسّی تھامے گھر کی جانب پیدل ہی چل پڑے کیوں کہ منڈی گھر سے نزدیک ہی تھی۔ اسمٰعیل کے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے محلّہ میں قدم رکھا، گلی میں کھیلنے والے بچے اپنا کھیل چھوڑ کر بکروں کی طرف لپکے۔ بچوں نے زکریا صاحب کو سلام کیا اور بکروں کو سہلانے لگے۔ اسمٰعیل کو بچوں کا اس کے بکروں کو چھونا اچھا نہیں لگا، اس نے اپنے بابا سے کہا: ''چلیے بابا، دیر ہو رہی ہے۔''

''بیٹا آپ کو تو ہر بات کی جلدی ہے، پہلے منڈی جانے کی جلدی تھی، اب گھر جانے کی جلدی ہے۔ بچوں کو بھی تھوڑی دیر بکروں کو پیار کرنے دو۔''

''نہیں... یہ میرے بکرے ہیں، میں انہیں کسی کو چھونے نہیں دوں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے بچوں کا ہاتھ جھڑک دیا اور ان کی رسی اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر گھر کی جانب چلنے لگا۔

بچے اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔ ان کا لٹکا ہوا منھ دیکھ کر زکریا صاحب نے بچوں کو پیار کیا اور پاس ہی دکان سے سب کو آئس کریم لے کر دی۔ بچے تو معصوم ہوتے ہیں، وہ خوش ہو گئے اور اسمٰعیل کے سلوک کو بھول کر اب ان کی پوری توجہ آئس کریم کھانے پر تھی لیکن زکریا صاحب کا ذہن اُلجھ گیا تھا۔

اسمٰعیل نے گھر کے باہر پہنچ کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو زکریا صاحب کو آواز لگائی: ''بابا... آیئے جلدی آیئے۔''

زکریا صاحب اسمٰعیل کی آواز پر گھر کی جانب چل پڑے۔ اسمٰعیل نے بکروں کو صحن میں ایک جگہ باندھ دیا اور اپنی امی سے بولا: ''امی جان! دیکھیے کتنے خوبصورت بکرے ہیں۔''

اچانک زکریا صاحب نے سوال کیا: ''اسمٰعیل ہم یہ بکرے کیوں لائے ہیں؟''

''کیا بابا... آپ ہی نے تو بتایا تھا کہ عیدالاضحیٰ کو اللہ کی راہ میں جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے، لیکن کیا آپ قربانی کا مطلب سمجھتے ہیں؟'' زکریا صاحب سنجیدہ لہجہ میں بولے تو اسمٰعیل سوالیہ نظروں سے اپنے والد کی طرف دیکھنے لگا۔

''اِدھر آیئے، کسی جانور کو اللہ کی راہ میں ذبح کر دینا قربانی نہیں ہے، اللہ کے پاس نہ جانور کا خون پہنچتا ہے، نہ گوشت، بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ اصل قربانی نفس کی ہے۔ یہ بکرے اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے لائے گئے ہیں، رضائے الٰہی کے لیے اس سنت ابراہیمؑ کی ادائیگی ہر مومن خلوص نیت سے کرتا ہے۔ قربانی کے جانور کے گوشت کے تین حصے ہوتے ہیں، ایک اپنا، ایک پڑوسیوں و رشتہ داروں اور تیسرا غربا و مسکین کا۔ ہم تو جب دل چاہتا ہے گوشت کھا لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے گھروں میں مہینوں گوشت نہیں بنتا ہے... ابھی گلی میں جو بچے اپنا کھیل چھوڑ کر ان بکروں کی طرف راغب ہوئے، اس وقت ان کے والدین کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ وہ اس سنت کی ادائیگی کر سکیں، وہ معصوم بچے اگر بکروں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور انہیں چھو رہے تھے تو آپ نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟''

''سوری بابا... مجھ سے غلطی ہو گئی، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' یہ کہتے کہتے اسمٰعیل نے بکروں کی رسّی کھولی اور گھر سے باہر گلی میں کھیل رہے بچوں کے پاس جا پہنچا۔ بچے جو آئس کریم کھا کر دوبارہ کھیلنے لگے تھے، اسمٰعیل کو بکروں کے ساتھ دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اب ان کا پورا کھیل بکروں کے ارد گرد تھا۔

ابھی عیدالاضحیٰ میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ اب بچے گلی میں کھیلنے کے بجائے اسمٰعیل کے آنگن میں آ جاتے اور بکروں کی خوب آؤ بھگت کرتے، کبھی ان کو اپنے ہاتھ سے پانی پلاتے، کبھی پتیاں کھلاتے تو ان کو اپنے پیچھے دوڑتے۔ بکرے بھی ان بچوں سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔ جیسے جیسے عیدالاضحیٰ کا دن قریب آ رہا تھا، بچے عید کی خوشی کے ساتھ ساتھ بکروں سے بچھڑنے کے غم سے اُداس تھے۔

زکریا صاحب نے بچوں کی اداسی دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا اور چل پڑے منڈی کی جانب، وہاں سے بکری کے دو بچے خریدے اور گھر لے آئے۔ اب تو بچوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کے وقت تمام بچے موجود تھے، لیکن کوئی اداس نہیں تھا کیوں کہ زکریا صاحب نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ یہ بکرے قربانی کی نیت سے لیے گئے تھے، اس لیے انہیں اللہ پاک کی راہ میں قربان ہونا ہی ہے۔ قربانی کے بعد زکریا صاحب نے سبھی بچوں کو گوشت کے پیکٹ پکڑائے۔ زکریا صاحب نے بچوں کو بولا: جاؤ شاباش! یہ پیکٹ اپنے گھر دے کر آؤ، پھر ہم سب مل کر بریانی اور کباب کھائیں گے۔ بریانی اور کباب کے نام سے سبھی بچوں کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا، زکریا صاحب کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے رب العزت نے ان کی قربانی کو قبول کر لیا ہو۔ اسمٰعیل ابھی چھوٹا تھا لیکن اسے بھی یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا، بیشک نیکی سکون و خوشی عطا فرماتی ہے۔□❖□

یقین کامل

ایک گاؤں میں بارش نہ ہونے کی وجہ لوگ پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترس گئے تھے۔ سبھی لوگ پریشان تھے۔ تمام گاؤں والوں نے مشورہ کیا کہ رب العزت کی بارگاہ میں اجتماعی دعا کی جائے، جس کے لیے تمام لوگ راضی ہو گئے اور تمام گاؤں والے ایک میدان میں جمع ہو گئے تاکہ رب العزت سے بارش کے لیے دُعا کر سکیں۔ اچانک ان کی نظر ایک بچہ پر پڑی جو چھتری لیے چلا آ رہا تھا۔ لوگوں نے اس کا مذاق اُڑایا کہ یہاں پانی کی ایک بوند نہیں ہے اور تم چھتری اُٹھائے چلے آ رہے ہو۔

بچہ نے بڑی معصومیت سے جواب دیا: ''ہم تمام لوگ یہاں رب العزت کی بارگاہ میں دعا کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔ دُعا مانگنے کے بعد بارش ہونے لگے گی۔ گھر گھر جاتے جاتے میں بھیگ جاؤں گا، اس لیے چھتری لے کر آیا ہو۔

بچو! یہ اس بچے کا اللہ پاک کی ذات اقدس پر یقین تھا اور اسی یقین کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے، جو مانگنا ہے رب العزت سے مانگئے، کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے، وہ جو سب کو دیتا ہے اسی سے مانگ لیا جائے، تاکہ کسی کا احسان نہ ہو۔□

چار دوست

گزشتہ سے پیوستہ

ذرا سی دیر آواز نکالے بغیر انہوں نے یہ سب کر لیا۔ اب گدھے نے سر ہلا کر اشارہ دیا اور اب سب نے ساتھ مل کر ایک ساتھ آوازیں نکالنی شروع کر دیں۔

گدھا رینکنے لگا۔ کتا بھونکا، بلی نے میاؤں، میاؤں کی، مرغا بولا ککڑوں کوں۔

یہ ساری آوازیں مل کر جو آواز بنی، وہ اتنی خوفناک تھی کہ آپ نے اپنی ساری زندگی میں بھی اتنی خوفناک آواز نہ سنی ہوگی۔

اسی طرح آوازیں نکالتے ہوئے چاروں جانور کھڑکی کے راستے اندر گھسنے لگے۔ شیشوں کو توڑتے ہوئے یہ اندر کی طرف بڑھے۔ ڈاکوؤں نے خوفناک آوازوں کے ساتھ شیشوں کے چھناکے سنے تو اچھل کر بھاگے اور سیدھے جنگل کا راستہ لیا اور بھاگے چلے گئے۔

اب گدھا، کتا، بلی اور مرغا یہ سب بیٹھ کر اس وقت تک کھاتے رہے جب تک ان کا پیٹ اچھی طرح بھر نہیں گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر انہوں نے لائٹ بند کر دی اور سونے کے لیے لیٹ گئے۔

گدھا لان میں گھاس پر بیٹھ گیا، کتا دروازے کے پیچھے لیٹ گیا۔ بلی آگ کے قریب لیٹ گئی اور مرغا چھت کے قریب ایک شہتیر پر بیٹھ گیا۔ دن بھر چلتے رہنے سے یہ اتنے تھک گئے تھے کہ جلدی ان سب کو گہری نیند آ گئی اور سارے سو گئے۔

ڈاکوؤں نے دور جا کر مکان کی طرف دیکھا تو مکان کی لائٹ بجھی ہوئی تھی۔ آدھی رات ہو گئی تھی، ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کوئی ہلچل نہیں تھی۔

اب وہ حیران ہونے لگے کہ ہم اتنے ڈر کیوں گئے تھے۔ یہاں تو ڈر کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

ڈاکوؤں کے سردار نے کہا: ہمیں اتنا ڈرپوک نہیں ہونا چاہیے کہ ڈر کے بھاگ آئے۔ اس نے ایک ڈاکو کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ مکان میں کیا ہے۔

وہ ڈاکو آہستہ آہستہ مکان کی طرف آیا۔ اس نے کان لگا کر سنا، کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ وہ خاموشی سے کچن میں گیا تاکہ موم بتی لے آئے اور اس کو جلا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ مکان میں کیا ہے، جب وہ کچن کی طرف گیا تو اس نے اندھیرے میں بلی کی آنکھیں چمکتی دیکھیں۔

اس نے سوچا کہ یہ انگارے ہیں، اس نے موم بتی ایک انگارے کے اوپر رکھی تاکہ موم بتی جل جائے، وہ موم بتی سیدھی بلی کی آنکھ میں جا کر لگی۔ اب بلی یہ کیسے پسند کرتی کہ اس کی آنکھ میں موم بتی گھسا دی جائے۔ وہ جاگ گئی اور خرخراتے ہوئے ڈاکو کے چہرے کی طرف اچھلی اور اپنے پنجوں سے ڈاکو کا چہرہ زخمی کر دیا۔ ڈاکو اس اچانک حملے سے گھبرا گیا اور دروازے کی طرف بھاگا۔

یہاں دروازے کے پیچھے کتا سو رہا تھا۔ ڈاکو کا پیر کتے پر پڑا تو وہ بھی جاگ گیا اور اچھل کر ڈاکو کے پیر پر کاٹ لیا۔ اب وہ صحن کی طرف بھاگا۔ صحن میں گدھا سو رہا تھا اس نے ڈاکو کو زوردار لات جمائی اور ڈاکو درد کے مارے چیخنے لگا۔ ان آوازوں سے مرغا بھی جاگ گیا اور اڑتا ہوا چھت سے اترا اور زور زور سے چیخنے لگا۔ ڈاکو بہت زیادہ ڈر گیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

اپنے دوستوں کے پاس پہنچا تو اس کا سانس بہت ہی پھولا ہوا تھا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے کہا: تمہیں کیا ہوا ہے؟

ڈاکو چلایا: مجھے بچاؤ، اس مکان میں ایک چڑیل ہے، اس نے مجھ پر جھپٹا مارا اور میرا چہرہ اپنے لمبے پنجوں سے نوچ لیا۔ ایک آدمی چاقو لیے دروازے کے پیچھے چھپا ہوا تھا، اس نے میرا پیر زخمی کر دیا۔ صحن میں ایک بڑا سا عفریت تھا جس نے مجھے لکڑی کے موٹے ڈنڈے سے مارا اور چھت کے قریب ایک جج بیٹھا ہوا چیخ رہا تھا، ڈاکو کو میرے پاس لاؤ، یہ سن کر میں بھاگا اور جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا۔

بھاگ کر تم لوگوں کے پاس آ گیا۔ باقی ڈاکو یہ ڈراؤنی کہانی سن کر اتنے ڈرے کہ انہوں نے پھر کبھی اس مکان کی طرف ہی نہیں بلکہ اس کے قریب بھی جانے کا حوصلہ نہیں کیا۔ وہ بہت ڈرے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس طرح ہونا ان چاروں دوستوں کے لیے بہت اچھا ہو گیا۔ اب وہ اسی مکان میں مزے سے زندگی گزارنے لگے۔ اب ان کے پاس رہنے کو ایک گھر بھی تھا اور اس مکان میں کھانے کی بہت سی چیزیں بھی تھیں۔

انہیں کوئی کچھ کہنے والا بھی نہیں تھا اور نہ ہی اب انہیں کسی کا ڈر تھا۔ اب وہ اپنی مرضی کے مالک تھے جو چاہتے کرتے اور جس طرح چاہتے رہتے۔ اب وہ یہاں بہت ہی خوش رہتے تھے۔ انہوں نے بریمین جانے کا خیال بھی چھوڑ دیا تھا۔ جہاں جا کر وہ میوزک بینڈ میں شامل ہونا چاہتے تھے اور اب وہ وہاں جاتے ہی کیوں۔ ان کے پاس کس چیز کی کمی تھی۔ (ختم)

□❖□

دوستی ہوگئی

عشرت جہاں

صبح کا وقت تھا۔ عارف صاحب نے اپنی گاڑی نکالنے کے لیے بڑا گیٹ کھولا۔ دروازے کے پیچھے رکھی کچرے کی ٹوکری اُلٹ گئی۔ باہر نکلے تو ان کی نظر پڑی۔ چند سیکنڈ انہیں صورتِ حال سمجھنے میں لگی۔ دانت پیستے اور بڑبڑاتے ہوئے انہوں نے دروازہ بند کیا۔ ان کے خیال میں کچرا اُٹھانے والا خاکروب اسی طرح انہیں پریشان کرتا ہے۔

کوڑے کی ٹوکری ایک طرف رکھ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ارد گرد دیکھا۔ خاکروب نظر نہیں آیا۔ سب گھروں کے کوڑے دان خالی تھے۔ اپنے گھر کا کچرا انہیں کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ واپس آ کر اس کی خوب خبر لیتا ہوں، کوڑے پر منڈلاتی بھنبھناتی مکھیوں کو پیچھے چھوڑ کر وہ آفس کی طرف روانہ ہو گئے۔

گلی کے خاکروب سے عارف صاحب کی کبھی نہیں بنتی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اس کے جواب میں خاکروب بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے میں ذرا نہیں جھجکا۔

اگلے دن انہوں نے کسی کام سے چھٹی کر لی تھی۔ چائے پیتے وہ اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے کہ گلی میں ہلچل سی مچی۔ خاکروب کی کڑک دار آواز دور ہی سے گونج رہی تھی۔ ایک ایک گھر کے آگے سے کچرا اُٹھا رہا تھا۔ عارف صاحب لپک کر باہر نکلے۔

خاکروب اپنے مخصوص انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ عارف صاحب دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے غصے سے گھور رہے تھے۔

کل تو نے کچرا کیوں نہیں اُٹھایا تھا؟

ساری گلی کا کچرا میں نے ہی اُٹھایا تھا جی اور کون اُٹھائے گا؟

عارف صاحب اس کی دیدہ دلیری پر مزید خفا ہو گئے: پوری گلی کا کوڑا اُٹھایا تھا، مگر ہمارے گھر کا نہیں اُٹھا سکا تو...

وہ لاپروائی سے بولا: روز ہی تو اُٹھاتے ہیں کوڑا، کل نظر نہیں پڑی ہوگی۔

عارف صاحب اسے ڈانٹتے ہوئے بولے: اُسی جگہ جھاڑیوں کے قریب کوڑے کی ٹوکری دھری ہوتی ہے اور تیری نظر نہیں پڑی۔

سویرے سویرے دماغ خراب نہ کرو صاحب! ابھی ناشتہ نہیں کیا ہے۔

اچھا تو اب تیرے ناشتے کا ذمے دار بھی میں ہی ہوں۔

مہینے کے پیسے دوا اور عیدی بھی۔ خاکروب نے مطالبہ پیش کیا۔

عید پر دو سو نقد دیے تھے، بھول گیا۔

یہ کوئی احسان نہیں صاحب! رمضان میں بھی کچھ نہیں دیا، مہینے کی رقم بھی دیر میں دی تھی۔

اس کچرے سے بھی تو اچھا خاصا کما لیتا ہے، لیکن تیری حرص ختم نہیں ہوتی۔

بس بس صاحب! فالتو ٹیم نہیں ہے میرے پاس بہت سے کام ہیں۔ کہتے ہوئے خاکروب نے اپنے گدھے کو ہنکایا اور آگے بڑھ گیا۔

ہونہہ آیا بڑا اگلفام بنا پھرتا ہے۔

عارف صاحب بڑبڑائے گھر میں داخل ہو گئے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ عارف صاحب اگلے دن گھر کے غسل خانے میں گر پڑے۔ چوٹوں کے علاوہ پاؤں کی موچ نے انہیں درد سے بے حال کر دیا۔ دفتر سے چھٹیاں ہوئیں اور وہ اپنے کمرے تک قید ہو کر رہ گئے۔ کئی دن بعد آج وہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے صحن میں آ کر بیٹھے تھے۔ گلی میں مخصوص ہلچل مچی ہوئی، خاکروب کے گدھے کی گھنٹی کی آواز آ رہی تھی۔

بڑے گیٹ پر آ کر اس نے کوڑے کی ٹوکری خالی کی اور نیم وا دروازے سے اندر رکھنے لگا۔

عارف صاحب پر نظر پڑتے ہی اس نے بڑی گرم جوشی سے سلام کیا۔

ٹھیک ہو صاحب! خاکروب نے کھلی مسکراہٹ سے ان کی خیریت دریافت کی: مجھ کو بھوت پھکر (بہت فکر) تھی صاحب! شکر خدا کا تم بھلا چنگا ہو گیا۔

تم بھی ٹھیک ٹھاک ہو؟ عارف صاحب نے جواباً پوچھا۔

شکر ہے مالک کا۔ ہم روج آپ کے واسطے دعا کر رہے تھے۔ اسی دوران عارف صاحب نے جیب سے نوٹ نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔

نہ صاحب! ہم تو سچ مچ آپ کے لیے پھکر (فکر) کرتے تھے۔ خاکروب نے پانچ سو کے نوٹ کی طرف دیکھا بھی نہ تھا۔

بیگم عارف برآمدے سے بولیں: لے لو، لے لو تمہارے صاحب اپنی خوشی سے دے رہے ہیں۔

پھر اپنے شوہر سے کہا: بلا ناغہ آپ کی خیریت پوچھا کرتا تھا۔

آج عارف صاحب کو خاکروب کے چہرے کی معصومیت اور بے لوث محبت نظر آ رہی تھی۔ نہ جانے یہ احساس پہلے کیوں نہ ہوا؟ وہ سوچ میں گم تھے۔ خاکروب نوٹ لے کر دعائیں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔□❖□

مدد کا جذبہ

سمیرا انور

ثناء اسکول سے آ کر اپنے کمرے میں اُداس بیٹھی تھی۔ اس کی امی کمرے میں داخل ہوئیں اور پوچھا: بیٹا! تم نے اسکول سے آ کر کھانا نہیں کھایا اور ہوم ورک بھی نہیں کیا۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔

جی امی! لیکن آج جو میں نے دیکھا اس سے مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔ یہ کہہ کر ثناء بے اختیار رو پڑی۔ وہ بہت حساس اور رحم دل تھی۔

اس کی امی پریشان ہو کر کہنے لگیں: بیٹا! کیا بات ہے؟ مجھے بتاؤ۔

امی! ہمارے دوسرے سیکشن کی ایک لڑکی فضیلہ ہے، اس کو آج ٹیچر نے کلاس سے نکال دیا کیونکہ اس کے پاس مطلوبہ کتاب نہیں تھی وہ روزانہ یہی کہتی تھی کہ میری کتاب گھر رہ گئی ہے، کل لے کر آؤں گی لیکن درحقیقت اس کے پاس کتاب نہیں ہے، جو ہیں وہ بھی خستہ حالت میں ہیں۔ وہ روزانہ لڑکیوں سے کتاب مانگ کر سارا کام کرتی ہے لیکن آج جب کتابیں چیک کی گئیں تو اس کے پاس سے دو خستہ حال کتابوں کے علاوہ کچھ نہ تھا، جس پر ٹیچر نے اس کو کلاس سے نکال دیا۔ اس کے ساتھ بیٹھنے والی لڑکی نے بتایا کہ وہ بہت غریب ہے شام کو چھوٹے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہے، تاکہ گھر کا گزارہ ہو سکے، اس کے والد کا بھی انتقال ہو گیا ہے، بیمار ماں ہے۔ امی مجھے یہ سب سن کر بہت افسوس ہوا کہ ہم اپنی زندگی میں کتنے مگن رہتے ہیں کہ ہمیں دوسروں کے حالات کا پتہ تک نہیں ہوتا۔

ثناء کی امی نے کہا: بیٹا! ہم سے جتنا ہو سکا ہم اس کی ضرور مدد کریں گے۔ اس کو کتابیں بھی لے کر دیں گے، آپ پریشان نہ ہو بلکہ تمام دوستیں مل کر اپنی پرنسپل صاحبہ کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ وہ مستقل اس کے لیے وظیفے کا انتظام کریں۔

ثناء نے اپنی امی جان کو دیکھا اور مسکرا دی۔ اگلے دن اس نے تمام دوستوں کو اکٹھا کیا اور انہیں ترغیب دی کہ ہم سب مل کر ایسی لڑکیوں کی مدد کریں جو پڑھنا چاہتی ہیں لیکن حالات ان کا ساتھ نہیں دیتے سب اس کی بات سے متفق ہو گئیں اور اپنے اپنے حصے کی چیزیں بانٹ لیں جو وہ اپنی جیب خرچ سے خرید کر دیا کریں گی۔

اس کے بعد وہ پرنسپل صاحبہ کے پاس گئیں، انہیں اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔ پرنسپل یہ سن کر بہت خوش ہوئیں، انہوں نے باقاعدہ ایک فلاحی تنظیم بنائی اور ثناء کو اس کا صدر منتخب کر دیا۔ اس نے بہت خوشی سے یہ ذمہ داری لی اور خوش اسلوبی سے نبھانے کا وعدہ کیا، پھر ایمانداری سے ہر ہفتے تمام ممبران کی موجودگی میں ایک مستحق لڑکی کو وظیفہ دیا جاتا، ایسا کر کے وہ نہ صرف اپنے ضمیر کے سامنے مطمئن ہوئی بلکہ اسے ذہنی سکون بھی مل گیا۔

بچو! آپ بھی اپنے ارد گرد ایسے بچوں کو دیکھیں جو پڑھ لکھ کر کچھ بننا چاہتے ہیں لیکن غربت ان کے آڑے آ جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کی وجہ سے کسی کی زندگی بدل جائے، کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ بھی ایک بار کوشش ضرور کریں۔□❖□

'ننھی منی دنیا' صفحہ سے متعلق اپنی آرا، کہانیاں یا دیگر تخلیقات ہمیں مندرجہ ذیل ای-میل یا ایڈریس پر مکمل نام اور پتہ کے ساتھ روانہ کریں:
response.roznamasahara@gmail.com
SAHARA URDU MEDIA
Sahara India Complex, C-3, Sector-11, Noida-201301